

محروم طبقات کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب و تدارک: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Dr. Shazia

*Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Government College Women University Faisalabad
Email: shaziaadnan@gcwuf.edu.pk*

Laiba Muneer

*MPhil Scholar, Department of Islamic Studies
Government College Women University Faisalabad
Email: laibamuneer14@gmail.com*

Abstract

The present research paper encompasses the root causes of the educational deprivation of marginalized and underprivileged classes and offers an analytical study of their potential remedies in the light of Islamic teachings. In the contemporary era, economic disparity, a class-based education system, and social prejudices are the most prominent reasons preventing poor and deprived classes from accessing high-quality education. Islam is a universal religion that establishes the foundation of educational equality by making the pursuit of knowledge obligatory upon every male and female. This study highlights how, during the prophetic era and the Righteously Guided Caliphate (Khilafat-e-Rashida), the platform of Suffah and the system of Bait-ul-Mal (the public treasury) were utilized to integrate the weakest members of society into the educational mainstream without any discrimination based on race or color. The paper concludes that the sole solution to the current educational crisis lies in reviving the Islamic system of Zakat and Awqaf (endowments), implementing a uniform educational curriculum, and ensuring the state provision of free, compulsory education. These measures guarantee the creation of a just society by empowering underprivileged classes.

Keywords: Marginalized Classes, Educational Backwardness, Islamic Teachings, Educational Equality, Zakat and Awqaf System, Social Justice

محروم طبقات کی لغوی و اصطلاحی تعریف

لفظ ”محروم“ عربی زبان کے لفظ ”حرمان“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں روک دینا، باز رکھنا یا کسی حق سے محروم کرنا۔ عربی لغت ”لسان العرب“ میں ”حرمان“ کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں:

”الْحَرَمَانُ: الْمَنْعُ مِنَ السَّيِّئِ بَعْدَ الطَّلَبِ لَهُ“⁽¹⁾

(حرمان اس کیفیت کو کہتے ہیں جب کوئی شخص کسی چیز کا مستحق ہو لیکن اسے مانگنے کے باوجود نہ ملے۔)
اس اعتبار سے ”محروم“ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے جائز حق، دولت، علم یا کسی ضروری وسعت سے محروم رکھا جائے۔ روزمرہ کے استعمال میں یہ لفظ اُن افراد کے لیے بولا جاتا ہے جو کسی سماجی، معاشی یا تعلیمی حق سے محرومی کا سامنا کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث میں ”محروم“ کا مفہوم

قرآن کریم میں ”محروم“ کا لفظ متعدد مقامات پر آیا ہے، جن میں سب سے نمایاں مقام سورۃ الذاریات کی آیت ہے، جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ“

(اور ان کے مالوں میں مانگنے والے اور محروم دونوں کا حق مقرر ہے۔)⁽²⁾

یہ آیت اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اسلام میں ”محروم“ صرف وہ نہیں جو سوال کرے، بلکہ وہ بھی جو اپنی عزت نفس کے باعث سوال نہیں کرتا مگر تنگ دستی کا شکار ہوتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں حافظ عماد الدین نے ”محروم“ کی تشریح یوں کی ہے:

”المحروم هو الذي لا يُسأل الناس شيئاً، وهو ذو الحاجة“

(محروم وہ شخص ہے جو لوگوں سے کچھ نہیں مانگتا، حالانکہ وہ ضرورت مند ہوتا ہے۔)⁽³⁾

نبی کریم ﷺ نے بھی ایسے لوگوں کی پہچان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”ليس المسكين الذي ترده التمرة والتمرتان، إنما المسكين الذي لا يجد غنى يغنيه، ولا يُفطن له فيتصدق عليه“

(مسکین وہ نہیں جسے ایک دو کھجوریں دے دی جائیں، بلکہ حقیقی مسکین وہ ہے جو اپنی حالت چھپاتا ہے، نہ

کوئی اس کی حاجت کو سمجھ پاتا ہے اور نہ کوئی اس پر صدقہ کرتا ہے۔)⁽⁴⁾

ان قرآنی و حدیثی حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ ”محروم“ کا مفہوم صرف مالی تنگی تک محدود نہیں،

بلکہ یہ ان تمام افراد پر صادق آتا ہے جنہیں اپنی کسی بنیادی ضرورت سے محرومی کا سامنا ہو، خواہ وہ رزق ہو، عزت، تعلیم یا سماجی سہولت۔

انسانی معاشرہ ہمیشہ سے طبقاتی تقسیم کا شکار رہا ہے۔ ہر دور میں کچھ افراد کو دولت، اقتدار اور وسائل تک

زیادہ رسائی حاصل رہی، جبکہ ایک بڑا طبقہ ان سہولتوں سے محروم رہا۔ یہی فرق محرومی، احساس کمتری اور سماجی

ناہمواری کو جنم دیتا ہے۔ محروم طبقات وہ لوگ ہیں جو بنیادی حقوق، مواقع اور سماجی حیثیت تک برابر رسائی حاصل نہیں کر پاتے۔ تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محرومی کسی ایک قوم یا دور کا مسئلہ نہیں بلکہ تقریباً ہر تہذیب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے۔ دولت، طاقت، علم اور سماجی مرتبے کے فرق نے کچھ لوگوں کو برتری دی جبکہ کمزور طبقات پیچھے رہ گئے۔

قدیم معاشروں مثلاً مصر، یونان اور روم میں طاقتور طبقہ وسائل پر قابض تھا، جبکہ غلام اور غریب لوگ بنیادی حقوق سے بھی محروم تھے۔ جاگیر دارانہ نظام میں کسان اور مزدور طاقتور طبقے کے تابع رہتے تھے۔ اس دور میں محرومی صرف معاشی نہیں بلکہ سماجی اور قانونی سطح پر بھی موجود تھی۔ عرب معاشرے میں بھی محرومی کے کئی پہلو موجود تھے۔ جاہلی دور میں غلاموں، یتیموں، مسکینوں اور عورتوں کی حیثیت کمزور تھی۔ عورتیں وراثت کے حق سے محروم تھیں، یتیموں کے حقوق محفوظ نہیں تھے اور قبائلی نظام کی وجہ سے معاشرتی برابری مشکل تھی۔

اسلام کے ظہور کے بعد معاشرتی تاریخ میں اہم تبدیلی آئی۔ اسلام نے انسانی برابری، انصاف اور حقوق کا تصور پیش کیا۔ غلاموں، یتیموں اور کمزور افراد کے حقوق واضح کیے گئے اور انہیں معاشرے کا باعزت حصہ سمجھا گیا۔ عدل اور مساوات کے اصولوں نے ایک ایسے نظام کی بنیاد رکھی جس میں انسان کی عزت کو اہمیت دی گئی۔ موجودہ دور میں محرومی کی شکلیں بدل گئی ہیں۔ تعلیم کی کمی، بے روزگاری، معاشی عدم مساوات، شہری اور دیہی فرق، سیاسی عدم شمولیت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نے نئی سماجی مشکلات پیدا کی ہیں۔ آج بھی کچھ طبقات ترقی کے مواقع حاصل کر رہے ہیں جبکہ دوسرے بنیادی سہولتوں کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس لیے ایک بہتر معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ برابری، انصاف اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو فروغ دیا جائے تاکہ ہر فرد کو ترقی کے یکساں مواقع مل سکیں۔

معاشرت میں طبقاتی فرق کا تصور نہ صرف اقتصادی پہلو سے جڑا ہے بلکہ سماجی، سیاسی اور علمی بنیادوں پر بھی قائم ہے۔ کسی بھی معاشرے میں دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں ہو، یا اقتدار کا دائرہ مخصوص طبقے تک محدود رہے، تو محرومی خود بخود جنم لیتی ہے۔ چنانچہ تاریخ انسانی میں یہ فرق ہمیشہ موجود رہا ہے۔ قرآن مجید نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

”اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ“⁽⁵⁾

(اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔)

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ معاشی فرق فطرتِ انسانی کا حصہ ہے، لیکن اسلام اس فرق کو ظلم یا استحصال کا ذریعہ نہیں بننے دیتا۔ اسلام اسکو روکنے اور ختم کرنے کا حکم دیتا ہے اور حق رکھتا ہے۔

دنیا کے تقریباً ہر تمدن میں معاشی و سماجی بنیادوں پر طبقات بنے۔ مثلاً قدیم ہندوستان میں ذات پات کا نظام، یونان میں غلام و آزاد کی تفریق، اور مغرب میں جاگیر دارانہ نظام اس فرق کی نمایاں مثالیں ہیں۔ ان نظاموں نے ایک طبقے کو اعلیٰ مقام دیا اور دوسرے کو محرومی، مزدوری یا غلامی تک محدود کر دیا۔

اسلام سے قبل عرب معاشرہ بھی انہی تضادات میں گھرا ہوا تھا۔ دولت مند سرداروں اور غریب قبائلیوں کے درمیان واضح فرق تھا۔ غلام، یتیم، مسکین اور عورتیں معاشرتی لحاظ سے پست تصور کیے جاتے تھے۔ ایسے حالات میں اسلام نے آکر انسانی برابری، عدل، اور تقویٰ کی بنیاد پر معاشرتی درجہ بندی کو درست کیا۔

تعلیم میں مساوات

تعلیم انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت اور معاشرتی ترقی کا اہم ذریعہ ہے۔ کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی کا دار و مدار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کے افراد کو علم، شعور اور صلاحیتوں کے حصول کے کتنے مواقع حاصل ہیں۔ تعلیم نہ صرف انسان کو پڑھنے لکھنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے بلکہ اسے اپنے حقوق، ذمہ داریوں اور معاشرتی کردار سے بھی آگاہ کرتی ہے۔ جدید دور میں تعلیم کو صرف روایتی علم تک محدود نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس میں سائنسی علوم، ٹیکنالوجی، فنی مہارتیں، تنقیدی سوچ اور عملی صلاحیتیں بھی شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں تعلیم کو انسانی ترقی، غربت کے خاتمے اور سماجی مساوات کے قیام کا بنیادی ذریعہ قرار دیا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے میں تعلیم کو ہر انسان کا بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے، جبکہ پائیدار ترقی کے اہداف میں معیاری تعلیم کو اہم مقام دیا گیا ہے۔ دین اسلام کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کی بنیاد علم پر رکھی گئی ہے۔ اسلام میں یقین محکم کی کنجی سے تفکر اور تجسس کے وہ ہزار در کھل سکتے ہیں جس سے خالق اور اس کی بنائی ہوئی کائنات کے اسرار و رموز کا ادراک ممکن ہے۔ اللہ رب العزت جو علم کامل کا منبع، ظاہر و پنہاں سے آگاہ اور ماضی اور مستقبل کا خبیر و بصیر ہے۔ اس نے انسان کو سماعت، بصارت اور تفکر کی قوتیں عطا کرتے ہوئے نیابت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم الاسماء کے اعزاز سے نوازا جو تمام انسانوں کے اولین معلم ہیں۔ اسی عطیہ علم کی بدولت انسان تمام مخلوقات سے افضل قرار پایا۔ اور نیابت الہی کا حقدار ٹھہرا۔ قرآن حکیم میں اسی حقیقت کو اس طرح سے بیان کیا گیا ہے:

”وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآئِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ“ (6)

(اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو۔ فرشتوں نے عرض کیا: تیری ذات (ہر نقص سے) پاک ہے ہمیں کچھ علم نہیں مگر اسی قدر جو تو نے ہمیں سکھایا ہے، بے شک تو ہی (سب کچھ) جاننے والا حکمت والا ہے۔)

سورہ الجاثیہ میں ارشاد ربانی ہے:

”وَسَخَّرَلَكُمْ مَّا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ط إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ“⁽⁷⁾

(اور اُس نے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت) مسخر کر دیا ہے، بے شک اس میں اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔)

سورہ الزمر میں اہل علم اور علم نہ رکھنے والے کا موازنہ کیا گیا ہے: ”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“⁽⁸⁾ (فرمادیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں۔)

اسلام میں علم کی افادیت اور بنیادی حیثیت کا ادراک پہلی وحی کی درج ذیل آیات مبارکہ سے ہوتا ہے:

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ“⁽⁹⁾

(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو (رحم مادر میں) جو تک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا۔ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھادیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔)

ان آیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام جس طرح دین ہدایت ہے اسی طرح دین علم ہے اور دین تعلیم و تعالیم بھی ہے کہ دین کا آغاز ہی حکم ”اقراء“ یعنی ”پڑھ“ سے ہوتا ہے۔ جملہ انسانی علوم کے پھیلاؤ میں ”قلم“ کو جو اہمیت و عظمت حاصل ہے اس پر بھی مہر تصدیق ثبت کر دی گئی ہے۔

موجودہ دور میں اگرچہ دنیا نے تعلیم کے میدان میں نمایاں ترقی کی ہے، لیکن اس کے باوجود معاشرے کے کئی طبقات اب بھی تعلیمی سہولیات سے محروم ہیں۔ محروم سماجی طبقات، جن میں کم آمدنی والے خاندان، دیہی علاقوں کے باشندے اور سماجی و معاشی طور پر کمزور گروہ شامل ہیں، آج بھی معیاری تعلیم تک مکمل رسائی حاصل نہیں کر سکے۔ ان طبقات کے لیے تعلیمی پسماندگی ایک ایسا مسئلہ بن چکی ہے جو نہ صرف ان کی ذاتی ترقی کو متاثر کرتی ہے بلکہ پورے معاشرے کی ترقی کی رفتار کو بھی کم کرتی ہے۔ تعلیم سے محرومی کے باعث یہ افراد روزگار کے بہتر مواقع، معاشی استحکام اور سماجی ترقی کے عمل میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

تعلیمی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب معیاری تعلیم تک عدم رسائی ہے۔ بہت سے محروم خاندان اپنے بچوں کو بہتر تعلیمی اداروں میں داخل کروانے کی مالی استطاعت نہیں رکھتے۔ فیس، کتابیں، یونیفارم، سفری اخراجات اور دیگر تعلیمی ضروریات ان خاندانوں کے لیے ایک بڑا بوجھ بن جاتی ہیں۔ خاص طور پر دیہی اور پسماندہ علاقوں میں اسکولوں کی کمی، اساتذہ کی غیر حاضری، بنیادی سہولیات کا فقدان اور تعلیمی معیار کی کمزوری بچوں کے تعلیمی سفر میں رکاوٹ بنتی ہے۔ نتیجتاً کئی بچے ابتدائی تعلیم کے بعد اپنی پڑھائی جاری نہیں رکھ پاتے اور کم عمری میں محنت مزدوری یا دیگر ذمہ داریوں کی طرف چلے جاتے ہیں۔ عالمی اداروں کی رپورٹس بھی اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ غربت اور تعلیمی مواقع کی کمی ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔

”انسان کو پیدائش سے لے کر مرتے دم تک اُس کو ضروریات درپیش ہیں۔ سب سے پہلی ضرورت انسان کو خوراک کی ہے۔ کیونکہ اگر اُسے خوراک نہ ملے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ بچہ ہو۔ جوان ہو۔ یا بوڑھا۔ کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت اُس کو ہمیشہ رہتی ہے۔ اس کے علاوہ قدرت نے اس کا جسم ایسا بنایا ہے۔ کہ اگر وہ اس کی حفاظت نہ کرے۔ تو اپنے جسم کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ یہ جسم جاڑوں میں سردی اور گرمیوں میں گرمی محسوس کرتا ہے اس لئے اس کو زیادہ سردی اور زیادہ گرمی سے محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اُس کے لئے گرم اور ٹھنڈے کپڑے اور رہنے کے لئے مکان ضروری طور پر درکار ہیں۔ تم خود دیکھ سکتے ہو۔ کہ چند ضرورتیں انسان کی ایسی ہیں کہ اگر وہ پوری نہ ہوں۔ تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن ہم صرف ان ضرورتوں کو مد نظر رکھیں گے جو محض محسوس ہی نہ کی جائیں بلکہ جن کو پورا کرنے کے لئے معاشی جدوجہد بھی کی جائے یعنی جن کو دولت پیدا کر کے اور اس دولت کو استعمال کر کے پورا کیا جائے۔“ (10)

محروم سماجی طبقات کو صرف بنیادی تعلیم ہی نہیں بلکہ جدید تعلیم اور ٹیکنالوجی تک رسائی کے مسائل کا بھی سامنا ہے۔ اکیسویں صدی میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ڈیجیٹل ذرائع اور جدید سائنسی علوم کامیابی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن بہت سے غریب اور پسماندہ خاندان جدید تعلیمی سہولیات سے محروم رہتے ہیں۔ ڈیجیٹل وسائل کی کمی نے تعلیم میں ایک نیا فرق پیدا کر دیا ہے جسے ڈیجیٹل تقسیم کہا جاتا ہے۔ جن طلبہ کو جدید ٹیکنالوجی اور آن لائن تعلیمی ذرائع دستیاب ہیں وہ بہتر سیکھنے کے مواقع حاصل کر لیتے ہیں، جبکہ محروم طبقات کے بچے مقابلے کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

”ہر کوئی چاہتا ہے کہ وہ بھانت بھانت کے کپڑے پہنے۔ اور عمدہ مکان میں رہے۔ گویا جوں جوں کسی شخص کی آمدنی بڑھتی جاتی ہے۔ اُس کی خوراک میں۔ لباس میں گھر کے ساز و سامان ہیں۔ غرضیکہ اس کے رہنے

سننے کے طریق میں تکلفت پیدا ہوتا جاتا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اُس کو اور کئی طرح کی ضرورتیں محسوس ہونے لگتی ہیں۔ اور اس کی خواہشات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ وہ علاوہ خوراک، لباس اور مکان کے کئی اور چیزوں کی خواہش کرنے لگتا ہے۔“ (11)

تعلیمی پسماندگی کا ایک اہم پہلو فنی تعلیم اور ہنر سیکھنے کے مواقع کی کمی بھی ہے۔ موجودہ دور میں صرف ڈگری حاصل کرنا کافی نہیں بلکہ روزگار کے لیے مختلف عملی مہارتوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ٹیکنیکل تعلیم، پیشہ ورانہ تربیت اور جدید ہنر نوجوانوں کو روزگار کے بہتر مواقع فراہم کرتے ہیں۔ لیکن محروم طبقات کے نوجوان اکثر ایسے تربیتی اداروں تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے جہاں انہیں مارکیٹ کی ضروریات کے مطابق ہنر سکھائے جاسکیں۔ اس کمی کی وجہ سے وہ کم اجرت والے کاموں تک محدود ہو جاتے ہیں اور معاشی ترقی کے مواقع سے محروم رہتے ہیں۔ عالمی ادارہ محنت کے مطابق مہارتوں کی ترقی نوجوانوں کے روزگار اور معاشی خود مختاری کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

تعلیمی محرومی کے اثرات صرف فرد تک محدود نہیں رہتے بلکہ پورے معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ جب کسی طبقے کو تعلیم سے محروم رکھا جاتا ہے تو سماجی اور معاشی عدم مساوات میں اضافہ ہوتا ہے۔ کم تعلیم یافتہ افراد اپنے حقوق سے مکمل طور پر آگاہ نہیں ہو پاتے، فیصلہ سازی کے عمل میں مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتے اور ترقی کے مواقع سے فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ اس طرح محرومی کا یہ سلسلہ ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتا رہتا ہے۔ تعلیم کی کمی غربت، بے روزگاری اور سماجی مسائل کو مزید بڑھا دیتی ہے۔

”جب انسان اپنی لازمی ضرورتوں کو پورا کرنے کا انتظام کر لیتا ہے۔ تو اُس کو اور ضرورتیں محسوس ہونے لگتی ہیں۔ انسان کی فطرت کچھ ایسی واقع ہوتی ہے۔ کہ وہ چیزوں میں تغیر چاہتا ہے۔ گو ایک شخص دال روٹی پر گزارہ کر سکتا ہے۔ اور معمولی کپڑے پہن کر اور جھونپڑی یا سادہ سے مکان میں رہ کر اپنی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ان چیزوں کا متواتر استعمال کرتے کرتے اکتا جاتا ہے۔ ہمیشہ دال روٹی دو نو وقت کھاتے کھاتے اس کا جی بھر جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ خوراک میں مختلف قسم کی چیزیں شامل ہوں۔“ (12)

پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں تعلیمی پسماندگی ایک اہم سماجی مسئلہ ہے۔ اگرچہ تعلیم کے فروغ کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے ہیں، لیکن اب بھی بہت سے بچے اسکول سے باہر ہیں اور کئی نوجوان اعلیٰ تعلیم یا فنی تربیت تک رسائی نہیں رکھتے۔ دیہی اور شہری علاقوں کے درمیان تعلیمی فرق، معاشی مشکلات اور سہولیات کی کمی اس مسئلے کو مزید پیچیدہ بنا دیتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تعلیمی نظام میں ایسی اصلاحات کی جائیں جن سے معاشرے کے تمام طبقات کو برابر مواقع حاصل ہوں۔

تعلیمی پسماندگی محروم سماجی طبقات کو درپیش ایک بنیادی معاصر چیلنج ہے۔ معیاری تعلیم تک رسائی، جدید علوم کا حصول اور ہنرمندی کی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ طبقات ترقی کے عمل میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ایک منصفانہ اور ترقی یافتہ معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم کو ہر فرد تک پہنچایا جائے، جدید تعلیمی وسائل فراہم کیے جائیں اور فنی تربیت کے مواقع بڑھائے جائیں تاکہ محروم طبقات بھی قومی ترقی میں فعال کردار ادا کر سکیں۔

محروم طبقات کی تعلیمی پسماندگی کے بنیادی اسباب

1۔ معیاری تعلیم تک رسائی نہ ہونا

تعلیم انسانی ترقی، شعور اور معاشرتی بہتری کا بنیادی ذریعہ ہے، لیکن محروم سماجی طبقات کے لیے معیاری تعلیم تک رسائی آج بھی ایک بڑا چیلنج ہے۔ کسی بھی معاشرے میں معیاری تعلیم سے مراد ایسی تعلیم ہے جو طلبہ کو صرف کتابی علم فراہم نہ کرے بلکہ ان میں سوچنے، مسائل حل کرنے، عملی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے اور معاشرے میں مثبت کردار ادا کرنے کی صلاحیت پیدا کرے۔ محروم طبقات کو جب اس معیار کی تعلیم میسر نہیں آتی تو وہ ترقی کے مختلف میدانوں میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

محروم سماجی طبقات کے افراد کو معیاری تعلیمی اداروں تک رسائی میں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غربت ان مشکلات میں سب سے اہم عنصر ہے۔ کم آمدنی والے خاندان اکثر اپنے بچوں کی تعلیم کے اخراجات برداشت نہیں کر پاتے۔ اسکول فیس، کتابیں، یونیفارم، سفری اخراجات اور دیگر تعلیمی ضروریات غریب خاندانوں کے لیے ایک اضافی بوجھ بن جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے کئی بچے اسکول جانے کے بجائے کم عمری میں کام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں تاکہ خاندان کی معاشی مدد کر سکیں۔

”ملک کے تعلیمی نظام کو طبقاتی تقسیم نے جکڑ رکھا ہے۔ ایک طرف اشرافیہ کے لیے ایللیٹ اسکولز، کیمبرج نصاب اور مہنگی جامعات ہیں، تو دوسری طرف عام عوام کے لیے خستہ حال سرکاری اسکول، بوسیدہ نصاب اور سہولیات سے محروم ادارے۔ نہ جدید سائنس ہے، نہ پروگرامنگ، نہ مالیاتی تربیت اور نہ ہی اخلاقی تعلیم کا مربوط نظام۔ پاکستان کی 45 تحصیلیں ایسی ہیں، جہاں مکمل طور پر تعلیم کی سہولت مفقود ہے۔ یہ ایک تشویش ناک صورت حال ہے جو واضح کرتی ہے کہ تعلیم سب کے لیے صرف ایک نعرہ رہ گیا ہے۔“⁽¹³⁾

دیہی اور پسماندہ علاقوں میں تعلیمی سہولیات کی کمی بھی معیاری تعلیم کے حصول میں بڑی رکاوٹ ہے۔ بہت سے علاقوں میں اسکولوں کی تعداد کم، عمارتیں ناکافی، بنیادی سہولیات محدود اور اساتذہ کی کمی پائی جاتی ہے۔

بعض جگہوں پر اسکول تو موجود ہوتے ہیں لیکن وہاں تعلیم کا معیار اس قدر کم ہوتا ہے کہ طلبہ جدید تقاضوں کے مطابق علم اور مہارتیں حاصل نہیں کر پاتے۔ اس طرح محروم علاقوں کے بچے شہری علاقوں کے بچوں کے مقابلے میں تعلیمی میدان میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ معیاری تعلیم تک رسائی میں سماجی عوامل بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ بعض خاندانوں میں تعلیم کی اہمیت کے بارے میں شعور کی کمی، روایتی سوچ اور گھریلو ذمہ داریاں بچوں کی تعلیم کو متاثر کرتی ہیں۔ خاص طور پر لڑکیوں کو بعض علاقوں میں تعلیمی مواقع حاصل کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں آبادی کا ایک بڑا حصہ اپنی صلاحیتوں کو مکمل طور پر استعمال نہیں کر پاتا۔

موجودہ دور میں معیاری تعلیم کے لیے جدید وسائل کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کمپیوٹر، انٹرنیٹ، جدید لیبارٹریز اور ڈیجیٹل تعلیمی ذرائع آج کے تعلیمی نظام کا اہم حصہ بن چکے ہیں۔ محروم طبقات اکثر ان سہولیات سے محروم رہتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ جدید علوم اور ٹیکنالوجی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ڈیجیٹل تقسیم نے امیر اور غریب طبقات کے درمیان تعلیمی فرق کو مزید بڑھا دیا ہے۔ تعلیمی پسماندگی کے اثرات فرد اور معاشرے دونوں پر پڑتے ہیں۔ جو افراد معیاری تعلیم حاصل نہیں کر پاتے وہ بہتر روزگار کے مواقع سے محروم رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں غربت کا مسئلہ برقرار رہتا ہے۔ کم تعلیم یافتہ افراد اپنے حقوق، معاشرتی ذمہ داریوں اور ترقی کے مواقع سے بھی مکمل طور پر فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔ یوں تعلیمی محرومی ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی رہتی ہے۔

”تعلیم یافتہ فرد وہ نہیں جو محض ڈگری حاصل کرے، بلکہ وہ ہے جو معاشرتی اصلاح میں حصہ لے، سوال اٹھائے، حل تلاش کرے اور تنقیدی سوچ اپنائے۔ پاکستان میں بد قسمتی سے تعلیم کا معیار اس نچ پر پہنچ چکا ہے کہ ”پڑھا لکھا“ صرف اس شخص کو کہا جاتا ہے جو نام لکھ سکتا ہو۔ ہائر ایجوکیشن کے طلباء میں تخلیقی سوچ، مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت، یا ٹیم ورک جیسی بنیادی مہارتیں بہت کم پائی جاتی ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ تعلیم کا مقصد صرف امتحان پاس کرنا، نمبرز حاصل کرنا اور نوکری کی تلاش بن چکا ہے۔ معاشرے میں مثبت تبدیلی کے لیے تعلیم کو ”کردار سازی“ کے زاویے سے دیکھنا ہو گا۔“ (14)

پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں بھی معیاری تعلیم تک رسائی ایک اہم مسئلہ ہے۔ حکومت کی جانب سے تعلیمی سہولیات میں بہتری کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں، لیکن اب بھی دیہی علاقوں، کم آمدنی والے خاندانوں اور سماجی طور پر محروم طبقات کو تعلیمی میدان میں کئی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم کو سب کے لیے قابل رسائی بنایا جائے، اسکولوں کی سہولیات بہتر کی جائیں، اساتذہ کی تربیت پر توجہ دی جائے اور غریب طلبہ کے لیے معاون پروگرام فراہم کیے جائیں۔ معیاری تعلیم تک رسائی نہ ہونا محروم سماجی طبقات کی ترقی

میں ایک بنیادی رکاوٹ ہے۔ جب تک معاشرے کے ہر فرد کو یکساں تعلیمی مواقع فراہم نہیں کیے جاتے، اس وقت تک حقیقی سماجی انصاف، معاشی ترقی اور قومی ترقی کا مقصد مکمل نہیں ہو سکتا۔

2۔ جدید تعلیم سے محرومی

جدید دور میں تعلیم کا تصور صرف بنیادی خواندگی اور روایتی علوم تک محدود نہیں رہا بلکہ اس میں سائنس، ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل مہارتیں، تحقیق، تخلیقی صلاحیتیں اور عملی زندگی سے متعلق جدید علوم شامل ہو چکے ہیں۔ اکیسویں صدی میں وہی معاشرے ترقی کر رہے ہیں جو اپنے افراد کو جدید تعلیم اور بدلتی ہوئی دنیا کے تقاضوں کے مطابق مہارتیں فراہم کر رہے ہیں۔ لیکن محروم سماجی طبقات کو جدید تعلیم تک مساوی رسائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے وہ ترقی کے عمل میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ جدید تعلیم سے محرومی نہ صرف ان افراد کے روزگار کے مواقع کو محدود کرتی ہے بلکہ ان کی سماجی، معاشی اور فکری ترقی میں بھی بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔

محروم طبقات کے لیے جدید تعلیم تک رسائی کا سب سے بڑا مسئلہ معاشی وسائل کی کمی ہے۔ جدید تعلیم کے حصول کے لیے کمپیوٹر، انٹرنیٹ، سمارٹ ڈیوائسز، جدید کتب، سائنسی آلات اور دیگر تعلیمی سہولیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ غریب خاندان اکثر ان سہولیات کو حاصل نہیں کر پاتے، جس کی وجہ سے ان کے بچے جدید تعلیمی ذرائع سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایک طرف ترقی یافتہ اور خوشحال طبقات کے بچے جدید ٹیکنالوجی اور آن لائن تعلیمی وسائل کے ذریعے اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کر رہے ہیں، جبکہ دوسری طرف محروم طبقات کے بچے بنیادی سہولیات تک محدود رہ جاتے ہیں۔ اس فرق کو ڈیجیٹل تقسیم کہا جاتا ہے جو تعلیمی عدم مساوات کو مزید بڑھا دیتی ہے۔

جدید تعلیم سے محرومی کا ایک اہم سبب تعلیمی اداروں میں جدید سہولیات کا فقدان بھی ہے۔ بہت سے پسماندہ علاقوں کے اسکولوں میں کمپیوٹر لیبارٹریز، سائنسی تجربہ گاہیں، انٹرنیٹ کی سہولت اور جدید تدریسی طریقے موجود نہیں ہوتے۔ نتیجتاً طلبہ صرف روایتی نصاب تک محدود رہتے ہیں اور وہ ان مہارتوں کو حاصل نہیں کر پاتے جو موجودہ دور میں کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔ جدید دنیا میں مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی، سائنسی تحقیق اور پیشہ ورانہ مہارتوں کی اہمیت مسلسل بڑھ رہی ہے، لیکن محروم طبقات کے نوجوان ان شعبوں میں داخل ہونے کے لیے مطلوبہ تیاری حاصل نہیں کر پاتے۔

”تعلیم کسی بھی قوم کی ترقی کا دروازہ کھولنے والی کنجی ہے، لیکن پاکستان میں یہ کنجی زنگ آلود ہو چکی ہے۔ ایک ایسا ملک جہاں نوجوانوں کی اکثریت ہے، جہاں خوابوں کی فصل ہر گلی، ہر محلے میں اگتی ہے، وہاں تعلیم کی زبوں حالی کسی ایسے سے کم نہیں۔ حکومتیں آتی ہیں، وعدے کیے جاتے ہیں، پالیسیاں بنتی ہیں، مگر زمینی حقیقت یہی رہتی ہے

کہ لاکھوں بچے اب بھی تعلیم سے محروم ہیں، اور جو اسکول جاتے بھی ہیں، وہ ایسے تعلیمی نظام کا حصہ ہیں جو نہ تو انہیں شعور دے سکتا ہے، نہ ہی ایک روشن مستقبل کی ضمانت۔ یہاں تعلیم کے بجائے صرف ڈگریوں کی دوڑ لگی ہے، اور جو حقیقی علم ہے، وہ اس پورے نظام میں کہیں گم ہو چکا ہے۔ یہ ایک ایسی عمارت ہے جس کی بنیاد کھوکھلی ہو چکی ہے، مگر ہر حکومت اسی پر نئے رنگ و روغن کر کے اسے تعلیمی ترقی کا نام دے دیتی ہے۔“ (15)

دیہی اور پسماندہ علاقوں میں رہنے والے افراد کو جدید تعلیم کے حصول میں خاص مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ شہروں میں موجود تعلیمی اداروں کے مقابلے میں دیہی علاقوں میں جدید سہولیات محدود ہوتی ہیں۔ بہت سے طلبہ ایسے ماحول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں جہاں انہیں جدید تعلیمی رجحانات، نئی ٹیکنالوجی اور عملی تربیت کے مواقع میسر نہیں ہوتے۔ اس وجہ سے ان کی صلاحیتیں مکمل طور پر نشوونما نہیں پاسکتیں اور وہ اعلیٰ تعلیم یا بہتر روزگار کے مقابلے میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ زبان اور نصاب کا مسئلہ بھی جدید تعلیم سے محرومی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جدید علوم بالخصوص سائنس، کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی کے زیادہ تر مواد تک رسائی کے لیے مختلف زبانوں بالخصوص انگریزی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ محروم طبقات کے طلبہ کو اکثر زبان کی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ جدید معلومات اور عالمی تعلیمی ذرائع سے مکمل فائدہ نہیں اٹھاپاتے۔ اس طرح زبان کی رکاوٹ بھی تعلیمی فرق کو بڑھانے کا سبب بنتی ہے۔

جدید تعلیم سے محرومی کا براہ راست اثر روزگار کے مواقع پر پڑتا ہے۔ آج کی معیشت میں ایسے افراد کی مانگ زیادہ ہے جو ٹیکنالوجی، تحقیق اور جدید مہارتوں سے واقف ہوں۔ جن افراد کے پاس جدید تعلیم اور ہنر نہیں ہوتے وہ اکثر کم اجرت والے کاموں تک محدود ہو جاتے ہیں۔ اس صورتحال سے غربت میں اضافہ ہوتا ہے اور محروم طبقات کے لیے معاشی ترقی کے راستے محدود ہو جاتے ہیں۔ نوجوان طبقہ خاص طور پر اس مسئلے سے متاثر ہوتا ہے کیونکہ موجودہ دور میں روزگار کے حصول کے لیے روایتی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی مہارتیں بھی ضروری ہو چکی ہیں۔

”پاکستان کا تعلیمی نظام ایک ایسی گاڑی کی مانند ہے جس کا انجن کمزور، پیسے پرانے، اور ڈرائیور نااہل ہے۔ ہم ایک ایسی تعلیمی پالیسی کے تحت چل رہے ہیں جو فرسودہ ہے، جو نہ بچوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو ابھارتی ہے، نہ ہی انہیں عملی زندگی کے لیے تیار کرتی ہے۔ رٹاسسٹم، ناقص نصاب، غیر تربیت یافتہ اساتذہ، اور حکومتی عدم دلچسپی نے اس نظام کو ایک ایسے دلدل میں دھکیل دیا ہے، جہاں سے نکلنے کے لیے محض اصلاحات نہیں بلکہ ایک انقلاب درکار ہے۔“ (16)

جدید تعلیم سے محرومی سماجی ترقی کو بھی متاثر کرتی ہے۔ تعلیم یافتہ افراد اپنے حقوق، ذمہ داریوں اور معاشرتی مسائل کے بارے میں زیادہ شعور رکھتے ہیں۔ جدید تعلیم انسان میں تنقیدی سوچ، مسئلہ حل کرنے کی

صلاحیت اور بہتر فیصلے کرنے کی اہلیت پیدا کرتی ہے۔ جب محروم طبقات ان مواقع سے محروم رہتے ہیں تو ان کی سماجی شمولیت کم ہو جاتی ہے اور وہ معاشرے کے اہم معاملات میں مؤثر کردار ادا نہیں کر پاتے۔

اقوام متحدہ اور یونیسکو نے اس بات پر زور دیا ہے کہ موجودہ دور میں معیاری تعلیم کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل اور جدید مہارتوں تک رسائی بھی ضروری ہے۔ ٹیکنالوجی کو تعلیم کے فروغ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام طبقات کو یکساں مواقع فراہم کیے جائیں۔ اگر جدید تعلیمی سہولیات صرف مخصوص طبقے تک محدود رہیں تو معاشرتی عدم مساوات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں جدید تعلیم تک رسائی کا مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اگرچہ ملک میں ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل تعلیم کے فروغ کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے ہیں، لیکن اب بھی بہت سے طلبہ ایسے ہیں جو جدید تعلیمی وسائل سے محروم ہیں۔ دیہی علاقوں میں انٹرنیٹ کی کمی، معاشی مسائل اور تعلیمی اداروں کی محدود سہولیات اس مسئلے کو مزید پیچیدہ بنا دیتی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جدید تعلیم کو عام کیا جائے، تعلیمی اداروں میں ٹیکنالوجی کی سہولیات فراہم کی جائیں اور محروم طبقات کے طلبہ کو خصوصی مواقع دیے جائیں۔ جدید تعلیم سے محرومی محروم سماجی طبقات کو درپیش ایک بڑا معاصر چیلنج ہے۔ جدید علوم، ٹیکنالوجی اور عملی مہارتوں تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے یہ طبقات ترقی کے مواقع سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ایک مساوی اور ترقی یافتہ معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ جدید تعلیم کے دروازے ہر فرد کے لیے کھولے جائیں تاکہ تمام طبقات قومی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

3۔ ہنر سیکھنے میں محرومی

موجودہ دور میں تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر اور عملی صلاحیتوں کا حصول بھی انسانی ترقی اور معاشی کامیابی کے لیے نہایت ضروری ہو چکا ہے۔ آج کی دنیا میں صرف تعلیمی ڈگری حاصل کرنا کافی نہیں بلکہ ایسے افراد کی ضرورت ہے جو جدید تقاضوں کے مطابق عملی مہارتیں، فنی قابلیت اور پیشہ ورانہ صلاحیتیں رکھتے ہوں۔ ہنر مندی انسان کو خود کفالت، روزگار اور معاشی استحکام فراہم کرتی ہے لیکن محروم سماجی طبقات کو ہنر سیکھنے کے مواقع محدود ہونے کی وجہ سے وہ روزگار کے بہتر مواقع حاصل نہیں کر پاتے اور معاشی ترقی کے عمل میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔

ہنر سیکھنے میں محرومی کا بنیادی سبب معاشی مشکلات ہیں۔ غریب خاندان اکثر اپنے بچوں کو ایسے اداروں میں نہیں بھیج سکتے جہاں فنی تعلیم، ٹیکنیکل تربیت یا پیشہ ورانہ مہارتیں سکھائی جاتی ہیں۔ ٹیکنیکل کورسز، تربیتی پروگرام، آلات اور تعلیمی مواد کے اخراجات محروم طبقات کے لیے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ نتیجتاً بہت سے نوجوان اپنی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے بجائے کم اجرت والے غیر ہنر مند کاموں تک محدود رہ جاتے ہیں۔ اس صورتحال کی وجہ

سے غربت کا مسئلہ برقرار رہتا ہے اور معاشی ترقی کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔ محروم طبقات کے نوجوانوں کو فنی اور پیشہ ورانہ تربیت کے اداروں تک رسائی میں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ دیہی اور پسماندہ علاقوں میں ایسے اداروں کی تعداد کم ہوتی ہے جہاں نوجوانوں کو مارکیٹ کی ضروریات کے مطابق ہنر سکھائے جاسکیں۔ شہروں میں موجود تربیتی مراکز تک پہنچنے کے لیے سفر، اخراجات اور رہائش کے مسائل بھی رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اس طرح بہت سے نوجوان جدید روزگار کی ضروریات کے مطابق اپنی صلاحیتیں پیدا نہیں کر پاتے۔

”جرگہ جو پشتون معاشرے میں انصاف، مشاورت اور اجتماعی فیصلے کا ایک اہم ادارہ سمجھا جاتا ہے، عملی طور پر طاقت ور اور زمین دار طبقات کے مفادات کا نگہ بان رہا ہے۔ ہنر مند طبقات کی جرگے سے بے دخلی اس بات کی واضح علامت ہے کہ سماجی اختیار اور فیصلہ سازی صرف اُن طبقات کے پاس مرکوز رہی، جو نسب اور زمین کے مالک تھے۔ مارکس کے تصور بالائی ڈھانچے کے مطابق ایسے ادارے معاشی ناہم واری کو سماجی، اخلاقی اور ثقافتی جواز فراہم کرتے ہیں۔“ (17)

موجودہ دور میں ٹیکنالوجی سے متعلق مہارتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ کمپیوٹر، ڈیجیٹل ذرائع، آن لائن کام، مصنوعی ذہانت، گرافک ڈیزائن، پروگرامنگ اور دیگر جدید شعبوں میں مہارت رکھنے والے افراد کے لیے روزگار کے وسیع مواقع موجود ہیں۔ لیکن محروم سماجی طبقات اکثر ان جدید مہارتوں سے واقف نہیں ہو پاتے کیونکہ ان کے پاس کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور تربیت کے مناسب ذرائع موجود نہیں ہوتے۔ ڈیجیٹل مہارتوں کی کمی انہیں موجودہ معاشی نظام میں مقابلے سے باہر کر دیتی ہے۔ ہنر سیکھنے میں محرومی کا ایک سبب تعلیمی نظام اور روزگار کی ضروریات کے درمیان فرق بھی ہے۔ کئی جگہوں پر روایتی تعلیم تو فراہم کی جاتی ہے لیکن طلبہ کو عملی زندگی اور روزگار سے متعلق مہارتیں نہیں سکھائی جاتیں۔ اس وجہ سے نوجوان تعلیم مکمل کرنے کے باوجود ملازمت کے لیے درکار عملی صلاحیتوں سے محروم رہتے ہیں۔ فنی تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت اس مسئلے کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے کیونکہ یہ افراد کو عملی میدان کے لیے تیار کرتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تعلیمی پسماندگی کا تدارک

تعلیم انسانی شعور کی بنیاد ہے، لیکن جب کسی معاشرت میں علم کے مواقع محدود کر دیے جائیں تو ایک بڑا طبقہ فکری و عملی طور پر پیچھے رہ جاتا ہے۔ اسلام نے علم کو تمام افراد کے لیے لازمی قرار دیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة“ (۱۸) (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔) یہ تعلیم ظاہر کرتی ہے کہ اسلام میں تعلیمی محرومی کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن نے بھی

جہالت کو ظلمت سے تعبیر کیا اور علم کو روشنی قرار دیا: ”قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ“ (۱۹) (کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟)

اسلامی معاشرہ اسی وقت مضبوط ہو سکتا ہے جب علم کے دروازے ہر طبقے کے لیے یکساں کھلے ہوں۔ تعلیم انسان کی فکری، اخلاقی اور معاشرتی تربیت کا بنیادی ذریعہ ہے۔ ایک باشعور، مہذب اور ترقی یافتہ معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ تمام افراد کو تعلیم کے حصول کے یکساں مواقع فراہم کیے جائیں۔ مساوی تعلیمی مواقع سے مراد یہ ہے کہ ہر فرد کو اس کی جنس، طبقاتی حیثیت، معاشی حالات، علاقائی فرق یا کسی بھی دوسری بنیاد پر امتیاز کے بغیر معیاری تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا جائے۔ تعلیم انسان کو صرف معلومات فراہم نہیں کرتی بلکہ اس میں سوچنے، سمجھنے، فیصلہ کرنے اور مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت بھی پیدا کرتی ہے۔ ایک ایسا تعلیمی نظام جو مساوات کے اصولوں پر قائم ہو، افراد میں خود اعتمادی، شعور اور ترقی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

غربت کے خاتمے کے لیے تعلیم ایک انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم افراد کو مہارتیں، علم اور خود انحصاری فراہم کرتی ہے، جس سے وہ بہتر روزگار حاصل کر سکتے ہیں اور اپنی زندگی کے معیار کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ تعلیم افراد کو نئے مواقع فراہم کرتی ہے اور انہیں سوسائٹی میں مثبت کردار ادا کرنے کے قابل بناتی ہے۔ اس کے علاوہ، تعلیم خاندانوں کی اقتصادی حالت میں بہتری لاتی ہے اور انہیں صحت، غذائیت اور دیگر بنیادی ضروریات کے حصول میں مدد دیتی ہے۔ اس طرح، تعلیم نہ صرف فرد کی زندگی بدلتی ہے بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے میں ترقی کا باعث بنتی ہے، جو بالآخر غربت کے خاتمے کی طرف قدم بڑھاتی ہے۔⁽²⁰⁾

تعلیم میں مساوات کسی بھی معاشرے کی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے کیونکہ علم ہی وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے افراد اپنی صلاحیتوں کو پہچانتے اور انہیں بہتر انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ جب معاشرے کے تمام طبقات کو اسکولوں، کالجوں، جامعات اور دیگر تعلیمی اداروں تک برابر رسائی حاصل ہوتی ہے تو محرومیوں میں کمی آتی ہے اور افراد اپنی قابلیت کے مطابق آگے بڑھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر تعلیم کے مواقع صرف مخصوص طبقات تک محدود رہ جائیں تو معاشرتی فرق میں اضافہ ہوتا ہے اور ترقی کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ تعلیمی عدم مساوات کے باعث بہت سے باصلاحیت افراد اپنی صلاحیتوں کو ظاہر نہیں کر پاتے، جس سے نہ صرف ان کی ذاتی ترقی رک جاتی ہے بلکہ ملک بھی قیمتی انسانی وسائل سے محروم ہو جاتا ہے۔

مساوات سے مراد مردوں اور عورتوں کے درمیان حقوق، ذمہ داریوں اور مواقع میں توازن اور انصاف ہے۔ اس میں تعلیم، صحت، روزگار، سیاست، معیشت اور سماجی زندگی کے تمام پہلو شامل ہیں۔ مساوات اس بات کو تسلیم کرتی

ہے کہ عورت اور مرد دونوں معاشرے کے برابر کے رکن ہیں اور دونوں کی شراکت کے بغیر ترقی ناممکن ہے۔ یہ تصور کسی ایک جنس کی برتری کے خلاف ہے اور انصاف برابری اور انسانی وقار کو فروغ دیتا ہے۔ تاریخ کے مطابق خواتین کو طویل عرصے تک سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ قدیم معاشروں میں عورت کو کمزور، تابع اور مرد کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ تعلیم، جائیداد، رائے دہی اور فیصلہ سازی کے حق سے خواتین کو محروم رکھا گیا۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ خواتین نے اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کی۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں دنیا بھر میں خواتین کی تحریکیں ابھریں جن کے نتیجے میں خواتین کو ووٹ کا حق، تعلیم تک رسائی اور روزگار کے مواقع حاصل ہوئے۔⁽²¹⁾

مساوات پر مبنی تعلیمی نظام معاشرے میں انصاف اور برابری کو فروغ دیتا ہے۔ جب ہر فرد کو علم حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہ اپنی زندگی کے بہتر فیصلے کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ تعلیم یافتہ افراد معاشرتی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر سمجھتے ہیں اور معاشرے کی بہتری میں مثبت کردار ادا کرتے ہیں۔ تعلیم کے ذریعے افراد میں برداشت، احترام، تعاون اور قانون پسندی جیسی اقدار پیدا ہوتی ہیں، جو ایک پرامن اور مضبوط معاشرے کے قیام میں مدد دیتی ہیں۔

تعلیم میں مساوات قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تعلیمی اداروں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے، خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں تعلیمی سہولیات کم ہیں۔ دیہی اور پسماندہ علاقوں کے افراد کو بھی معیاری تعلیم تک رسائی فراہم کرنا ضروری ہے تاکہ ترقی کے عمل میں سب شامل ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ معیاری اساتذہ، جدید تعلیمی وسائل، مناسب تعلیمی ماحول اور بہتر نصاب کی فراہمی بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر تعلیمی نظام میں بنیادی سہولیات موجود نہ ہوں تو طلبہ اپنی صلاحیتوں کو مکمل طور پر بروئے کار نہیں لاسکتے۔

غریب اور کمزور طبقات کے طلبہ کے لیے وظائف، مالی معاونت اور دیگر سہولیات فراہم کرنا بھی تعلیمی مساوات کے فروغ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ بہت سے افراد معاشی مشکلات کی وجہ سے تعلیم جاری نہیں رکھ پاتے، اس لیے ضروری ہے کہ ایسے اقدامات کیے جائیں جن سے ہر طالب علم کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کا موقع مل سکے۔ اسی طرح خصوصی ضرورت رکھنے والے افراد کے لیے مناسب تعلیمی سہولیات فراہم کرنا بھی ایک مساوی نظام تعلیم کا حصہ ہے۔ مساوی تعلیم کا مقصد صرف خواندگی کی شرح میں اضافہ کرنا نہیں بلکہ ایسے افراد تیار کرنا ہے جو معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مثبت کردار ادا کر سکیں۔ ایک تعلیم یافتہ فرد نہ صرف اپنی زندگی بہتر بناتا ہے بلکہ اپنے خاندان، معاشرے اور ملک کی ترقی میں بھی حصہ لیتا ہے۔ تعلیم یافتہ معاشرہ معاشی ترقی، سائنسی پیش رفت اور سماجی استحکام کے لیے زیادہ مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

حوالہ جات

1. ابوالفضل جمال الدین ابن منظور، لسان العرب، بیروت: دار صادر، 1414ھ، مادہ: حرم، جلد 12، ص 128
2. سورة الذاریات: 19
3. حافظ عماد الدین ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، بیروت: دار الکتب العربی، تفسیر سورة الذاریات، 1408ھ، جلد 4، ص 252
4. مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح (صحیح مسلم)، بیروت: دار احیاء التراث العربی، کتاب الزکاة، 1421ھ، جلد 2، ص 720، حدیث نمبر 1039
5. سورة الرعد (13:26)
6. سورة البقرہ (2:31-32)
7. سورة الجاثیہ (45:13)
8. سورة الزمر (39:9)
9. سورة العلق (96:1-5)
10. پریم چند، معاشیات کے ابتدائی اصول، بمبئی: آکسفورڈ یونیورسٹی، 1938ء، ص 34
11. ایضاً، ص 34
12. ایضاً
13. میاں عمیر مجید، تعلیم اور معاشرہ: پاکستانی معاشرے میں موجودہ تعلیمی نظام اور اس کے تقاضے، آرٹیکل 2025ء، ص 3
14. ایضاً، ص 5
15. حسن عمر، تعلیم، سیاست اور محرومی، لاہور: نیا دور مدارس، 2025ء، ص 24
16. گوہر علی، ڈاکٹر، ہنر کی قدر، انسان کی محرومی، آرٹیکل، 31 دسمبر 2025ء، ص 4
17. ایضاً
18. ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، بیروت: دار الفکر، کتاب السنۃ، 1417ھ، جلد 1، ص 81، حدیث نمبر 224
19. سورة الزمر: 9
20. محمود خان، صنفی مساوات اور خواتین کے حقوق، روزنامہ نوائے وقت، 28 جنوری 2026ء، ص 2
21. ایضاً